

• محمد جنید

ڈاکٹر طاہر تونسوی کے نام مشاہیر کے خطوط

Mushar's letter Addressed to Dr. Tahir Taunsvi

Dr. Tahir Taunsvi is a renowned Pakistani scholar, writer, orator and seasoned academician. His real name is Hafeez-ur-Rehman Tahir He penned sketches; composed poetry and wrote columns as well. He was born in Taunsa on 1st January, 1948. Started his career as a lecturer, he later went on to serve at important positions such as Professor, Dean, Director and then Chairman Boards.

Dr. Taunsvi pursued a very active career as a man of letters. His active participation in national as well as international conferences forged very deep and lasting relations between him and other renowned literati, which can be seen in the correspondence between them. The paper takes into account the correspondence that took place between him and other literati including Syed Hussain Barni, Azhar Masood, Azarmi Dukht Safvi, Naseem Ahmed, Anees Ashraf Abdi, Dr. Jaleel Ashraf, Sabir Dutt, Dr. Sabiha Anwer, Zaheer Ghazipuri, Abid Suhail and Ibrahim Muhammad Ibrahim. These letters are brimming with mutual affection, literary discussions as well as information regarding the circumstances of the writers and hence are a great source of research.

ڈاکٹر طاہر تونسوی پاکستان میں اردو ادب کے ایک اہم محقق، نقاد اور ماہر تعلیم تھے۔ آپ کا اصل نام حفیظ الرحمان طاہر ہے۔ آپ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ڈیرہ غازی خان سے حاصل کرنے کے بعد انٹر میڈیٹ اور بی۔ اے اردو کی سند اور نیشنل کالج لاہور سے حاصل کی بعد ازاں پی ایچ۔ ڈی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا۔

• لیکچرر اردو، گورنمنٹ کالج (پھلی)، حیدرآباد۔ junid.ibne.saif1986@gmail.com

ڈاکٹر تونسوی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز اردو کے لیکچرر کی حیثیت سے ۲ / نومبر ۱۹۷۴ء کو گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خان سے کیا۔ مختلف کالجوں میں تدریس کے فرائض انجام دیتے ہوئے، اسٹنٹ پروفیسر اور پرنسپل سے ترقی کرتے ہوئے چیئرمین تعلیمی بورڈ ملتان، چیئرمین شعبہ اردو سرگودھا یونیورسٹی اور ڈین اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ جی۔ سی یونیورسٹی فیصل آباد جیسے دیگر اہم مناصب پر فرائض کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت ہیں۔ انھوں نے پاکستان ٹیلی ویژن، ریڈیو اور مشاعروں کی محافل میں نظامت بھی کی، شاعر، محقق، نقاد کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ شخصیت نگار اور مرتب و مدون بھی ہیں۔ شعبہ تدریس سے بھی تعلق رہا اور انتظامی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ ڈاکٹر طاہر کی اردو میں تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۵۶ ہے۔ آپ کا انتقال طویل علالت کے بعد یکم جنوری ۲۰۲۰ء کو ملتان میں ہوا۔

مقالے میں چند غیر ملکی مشاہیر کے خطوط شامل کیے گئے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

سید مظفر حسین برنی

Syed Muzaffar Hussain Burney
Government of India,
Minorities Commission
Lok Nayak Bhawan (Fifth Floor),
Khan Market, New Delhi, India

۲۹ / اپریل ۱۹۹۲ء

مکرمی پروفیسر صاحب

سلام مسنون،

میں ”کلیاتِ مکاتیبِ اقبال“ ۲ مرتب و مدون کر رہا ہوں۔ جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی چار جلدوں میں اردو خطوط شامل ہیں جب کہ پانچویں جلد علامہ کے انگریزی خطوط پر مشتمل ہوگی۔ اس کلیات کو کئی وجوہ سے شرفِ اولیت حاصل ہے۔ اول اس میں علامہ کے تمام مطبوعہ، چند خیر مطبوعہ اور کچھ غیر مدون خطوط کو پہلی بار یکجا کیا گیا ہے۔ دوم ان خطوط کو پہلی بار تاریخ وار و سن وار ترتیب دیا گیا ہے۔ اس منہج پر اردو کے کسی شاعر یا ادیب کے خطوط پر کام نہیں ہوا ہے۔ البتہ انگریزی و مغربی ادب میں عام طور پر یہ طریقہ رائج ہے۔ سوم اس میں تفصیلی حواشی دیے گئے ہیں۔ اب تک مختصر نوٹس پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ التزام یہ کیا ہے کہ ہر مکتوب الیہ کے حالاتِ زندگی اور علامہ سے تعلقات کی تفصیل فراہم کی جائے۔

چہارم اس میں مکاتیب اقبال کے دستیاب عکس بھی شائع کیے جا رہے ہیں۔ میں تقریباً علامہ کے ۵۰ فیصد مکاتیب کے عکس حاصل کرنے میں کامیاب [کام یاب] ہوا ہوں۔

اس کلیات کو اردو اکادمی دلی شائع کر رہی ہے۔ جلد اول نومبر ۱۹۸۹ء اور دوسری جلد نومبر ۱۹۹۱ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ جلد سوم پریس میں ہے اور جلد چہارم پر کام کر رہا ہوں۔

اس سلسلے میں زحمت یہ دینا تھی کہ مجھے مولوی صالح محمد (۳) (ادیب تونسوی مرحوم) کے مفصل حالات زندگی درکار ہیں۔ میرے محترم کرم فرما جناب مالک رام صاحب نے آپ کا پتا فراہم کیا اور مشورہ دیا کہ اس ضمن میں آپ سے رجوع کروں۔ چنانچہ ممنوں ہوں گا اگر آپ اپنی اولین فرصت میں ادیب تونسوی مرحوم کے تفصیلی حالات زندگی ارسال فرمادیں۔

والسلام

نیاز مند

سید مظفر حسین برنی

(۲)

Syed Muzaffar Hussain Burney
Government of India,
Minorities Commission
Lok Nayak Bhawan (Fifth Floor),
Khan Market, New Delhi, India

۳ جولائی ۱۹۹۲ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ محررہ ۸ مئی ۱۹۹۲ء شرف صدور لایا۔ میں آپ کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں کہ آپ نے صالح محمد ادیب تونسوی کے مختصر کوائف زندگی ارسال فرمائے۔

امید ہے کہ اس دوران ادیب تونسوی کے متعلق مزید تفصیلات حاصل ہو گئی ہوں گی۔ میں ان کا منتظر رہوں گا۔

مخلص

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

سید مظفر حسین برنی

(۳)

اقبال اکیڈمی، ہند

ایف ۷، ۳، وسنت وہار، نئی دہلی، انڈیا

۲۸/ دسمبر ۱۹۹۹ء

محترم پروفیسر صاحب

السلام علیکم

آپ سے فون پر گفتگو ہوئی تو میں نے کلیات کی جلدیں آپ کے بدست [بہ دست] بھجوانے کے لیے فراہم کیں۔ مجھے برابر یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں آپ پر کس قدر بارگراں ڈال رہا ہوں۔ یہ آپ کی ادب نوازی، دوستانہ اخلاص اور نیکی اور شرافت ہے کہ آپ یہ تکلیف اٹھانے کے لیے تیار ہوئے۔

ع ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں!

آپ کے لیے کلیات کا پورا سیٹ کل اردو اکادمی دہلی بھیج رہی ہے۔ میرے پیکٹ میں جلدوں کی ترتیب برائے تقسیم یوں ہے۔

۱۔ کلیات۔ جلد چہارم۔ ایک نسخہ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی خدمت میں

۲۔ کلیات۔ جلد چہارم۔ ایک نسخہ برادر م ڈاکٹر صابر کلروی صاحب کو براہ کرم بہ ذریعہ پارسل ارسال فرمادیں۔
سدامر ہون منت رہوں گا۔ ان کا پتہ درج ذیل ہے۔ ڈاکٹر صابر کلروی، سیکریٹری سرحد اردو اکادمی، اردو نگر قلندر آباد، ایبٹ آباد۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ان کو ایک پوسٹ کارڈ ڈال دیں اور مطلع فرمادیں وہ خود کتاب منگوانے کی کوئی سہیل کریں گے۔

۳۔ ایک سیٹ کلیات کا برائے ڈاکٹر وحید عشرت صاحب۔ ناظم اقبال اکادمی پاکستان لاہور

ان سے ملاقات ہو تو عرض کر دیجیے کہ ان کے خط محررہ ۳ ستمبر کا جواب ۸ دسمبر کو بھیجا تھا جس میں ان کی تجویز کے بارے میں پورا پورا تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کے جواب کا بے تابی سے انتظار ہے۔

آخر میں ۸ مولانا سید سلیمان ندوی کے متعلق جو میں نے عرض کیا تھا اس تحریر کی فوٹو کاپی منسلک ہے۔ براہ کرم علامہ اقبال کے اقتباس عبارت کے ماخذ سے مطلع فرمائیں۔

خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ بخیر وعافیت اپنے گھر پہنچ جائیں۔ پہنچنے پر دو سطور ضرور لکھیے گا۔ فی امان اللہ

نیاز کیش

سید مظفر حسین برنی

اظہر مسعود

ادبستان

دین دیال روڈ، لکھنؤ، (یوپی)

۴ فروری ۱۹۸۰ء

برادر م طاہر صاحب۔ آداب

ایک ادیب کے ہاتھوں ان کی رسید آپ کو بھیج رہا ہوں۔ ان سفر ناموں [چلتے ہو تو... دنیا گول ہے، ابن بطوطہ...] کے علاوہ دوسری کتابیں مل سکیں تو بھیجنے کی عنایت کیجیے گا۔

آپ کا ذکر ادبستان ۱۰ میں تو برابر ہوتا ہی ہے آپ کے قیام کے حوالے شہر کے ادبی حلقوں میں اب بھی دیے جاتے ہیں۔ پیرانمبر ۱۔ عذر لنگ ہے۔ تصانیف انشاء کسی رسید اور شکریے کا خط آپ کو بہر حال [بہر حال] ہم نے بہت پہلے بھیجنا تھا۔ سواس کی شرمندگی اور معذرت کے اظہار کے ساتھ خدا حافظ۔ مگر ابھی نہیں۔

رام لعل صاحب ۱۱ کی اس سفر سے واپسی کے ہم لوگ بے چینی کے ساتھ منتظر رہیں گے۔ قیام پاکستان ۱۲ کی شیریں اور توندیادوں سے لدے پھندے آئیں گے اور آپ تو یقیناً لکھنؤ کے بدلے گن گن کرتا رہیں گے۔ ”اے ارض پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار“

استاد بزرگ ڈاکٹر کیسری کشور ۱۳ کے چلے جانے سے سخت سناٹا چھا گیا ہے۔ کیسا گھن گرج آدمی کس خاموشی سے چلا گیا۔ کچھ لوگوں کی سرد مہری قابل دید ہے جنہوں نے اس کے جام سے مزے لے لے کر چسکیاں بھری تھیں۔ اچھا صاحب۔ اب آپ کب آرہے ہیں؟

والسلام
اظہر مسعود

آذرمی دخت صفوی ۱۴

مدیر

فکر و نظر

علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۱۷/۷/۲۰۰۱

طاہر تونسوی صاحب کی خدمتِ بابرکت میں تسلیمات!

امید ہے مزاجِ بخیر [بہ خیر] ہوگا۔ مدت سے ہم اور آپ ایک دوسرے کے احوال سے بے خبر ہیں۔ آپ کا ہندوستان

آنا بھی غالباً نہیں ہوا۔ بہر حال ”بے خبری“ کے معنی ”بے نیازی“ اور ”بے پروائی“ نہیں ہیں! میں ”فکر و نظر“ ۱۵ کی مدیر مقرر ہوئی ہوں۔ آپ کی خدمت میں دو شمارے جو میری ادارت میں نکلے ہیں، ارسال کر رہی ہوں۔ گزارش ہے کہ ایک مقالہ ضرور اور جلد بھیجیے تاکہ شائع ہو سکے یہ ہمارے رسالے کی خوش قسمتی ہوگی اور جو صاحبان وہاں اس جگہ میں دل چسپی رکھتے ہوں ان کے اسمائے گرامی لکھ دیجیے تاکہ ان کو بھی خریدار بننے کی دعوت دی جاسکے۔ ملاقات کی امید کے ساتھ آذرمی دخت صفوی

(۲)

محترم طاہر تونسوی صاحب

سلام علیکم [السلام علیکم]

امید ہے مزاج گرامی بخیر [بہ خیر] ہوگا۔ آپ کا خط ابھی ۴، ۳ دن قبل وصول ہوا۔ آپ کی شکایت میرے سر آنکھوں پر۔ کیوں کہ یہ خلوص کی آئینہ دار ہے۔ بے شک آپ کے عید کارڈ کا جواب نہ دے سکی تھی لیکن اس خط کا جو آپ نے [آپ نے] انجمن ترقی اردو کی معرفت بھیجا تھا میں نے فوراً جواب دیا تھا، بلکہ آپ کا تازہ خط دیکھ کر میں نے یہی خیال کیا تھا کہ یہ اس کا جواب ہے۔ معلوم ہوتا ہے میرا وہ مراسلہ ڈاک کی نذر ہوا۔ خدا کرے یہ پہنچ [پہنچ] جائے۔

آپ کی یاد برابر آتی ہے۔ وہ ۴، ۲ دن بہت اچھے بیٹے۔ خدا کرے پھر ملاقات ہو۔

یہاں کی مصروفیات بدستور ہیں۔ آجکل [آج کل] یونیورسٹی میں گرمی کی چھٹیاں ہیں اور ہم لوگ فی الجملہ آزاد۔ اب جولائی میں کلاسز کا آغاز ہوگا۔

آپ کی کیا مشغولیت ہے؟ آپ کے [آپ کے] حکم کے بموجب [بہ موجب] میں اپنے مقالہ کی کاپی بھیج رہی ہوں۔ ہمت افزائی اور قدردانی کا شکریہ۔ اگر چھپ جائے تو ایک کاپی مرحمت فرمائیے گا۔

سلیم اختر صاحب سے عندالملاقات میرا سلام عرض کریں۔

مہدی ۱۶ آپ کی خدمت میں تسلیم عرض کرتے ہیں۔

خط کی رسید سے ضرور مطلع فرمائیے گا، تاکہ اطمینان ہو جائے۔ آذرمی دخت صفوی

نسیم احمد ۱۷

مکرمی تسلیمات !

آپ کو یقیناً علم ہوگا کہ یونیورسٹی نے رسالہ فکر و نظر [سہ ماہی ۱۸ سن ۱۹۶۰ء میں شروع کیا تھا۔ اس تحقیقی اور ادبی

جملے کے پہلے مدیر پروفیسر یوسف حسین خان ۱۹ تھے۔ فکر و نظر جاری کرنے کا مقصد اردو دنیا میں مختلف شعبہ جات کی علمی اور تحقیقی کارگزاریوں کو علمی و ادبی حلقے کو بہم پہنچانا ہی نہیں بلکہ اردو کی ترقی و فروغ بھی تھا۔ مذکورہ مقاصد کو برقرار رکھتے ہوئے بے شمار مقالات کا احاطہ فکر و نظر کے عام/خاص نمبروں سے قارئین کے لیے فراہم کیا جاتا رہا ہے۔ پچھلی دو دہائیوں میں فکر و نظر کے عام شماروں کے علاوہ اہم شخصیات نمبر بھی شائع ہوئے جو علمی حلقے میں بے پناہ مقبول ہوئے مثلاً شبلی نمبر ۲۰، اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس مرتبہ ادارے نے مشہور و معروف ادیب و نقاد، اعلیٰ مرتبت، بین الاقوامی حیثیت کے مالک پروفیسر آل احمد سرور پر ایک خصوصی شمارہ سرور نمبر شائع کیا ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور ۲۱ لمی حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں اٹھارہ بیس سال پروفیسر رہے۔ سرور صاحب کو خدا نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ ادیب، تنقید نگار اور شاعر بھی تھے۔ ان کی بعض تصانیف اردو ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سرور تمبر میں ملک کے بہترین لکھنے والوں کے مقالے شامل ہیں اور سرور صاحب کے زندگی کے ہر پہلو کو یہ نمبر روشناس کراتا ہے۔ اس کی ایک انفرادی اور نمایاں خصوصیت بیگم آل احمد سرور کا وہ خصوصی انٹرویو ہے جو مدیر فکر و نظر نے لیا۔ اس سے سرور صاحب کی زندگی کے بہت سے نئے پہلو سامنے آئے ہیں۔

ہمیں امید ہے آپ سرور تمبر کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔
نیاز کیش
نسیم احمد

انیس اشرف عابدی ۲۲

ڈاکٹر اے اے عابدی

پروفیسر اینڈ ہیڈ

ڈیپارٹمنٹ آف اردو،

لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

۲۴ دسمبر ۲۰۰۷ء

محترم طاہر تونسوی صاحب۔ تسلیم

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ لکھنؤ یونیورسٹی نے شعبہ اردو کی اپنی علاحدہ سہ منزلہ عمارت کی تعمیر مکمل کرالی ہے۔ اس عمارت میں معروف محقق پروفیسر مسعود حسن رضوی ۲۳ ادیب کے نام سے ایک سیمینار ہال بھی تعمیر کرایا گیا ہے۔ جس کا افتتاح پاکستان کے معروف افسانہ نگار جناب انتظار حسین ۲۴ کے دست مبارک سے ہوا تھا۔

آپ نے پروفیسر مسعود حسن رضوی پر ایک گراں قدر مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس کی پذیرائی دنیائے تحقیق میں خوب ہوئی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ لکھنؤ تشریف لائیں اور پروفیسر مسعود حسن رضوی پر ایک توسیعی خطبہ دیں۔ یہ ہمارے سیمینار ہال کا افتتاحی خطبہ ہو گا اور اس خطبے سے پروفیسر مسعود حسن رضوی کی اہمیت و معنویت میں اور اضافہ ہو گا۔ امید ہے کہ آپ ہماری دعوت قبول فرمائیں گے اور ہماری تقریب میں مہمان خطیب و ادیب کی حیثیت سے شرکت فرما کر اس کی رونق میں اضافہ کریں گے۔

خیر اندیش
انیس اشرف

ڈاکٹر جلیل اشرف ۲۵

ڈاکٹر جلیل اشرف

ڈیپارٹمنٹ آف اردو،

مرکھام کالج آف کامرس، ہزاری باغ

۳۱ اگست ۲۰۰۱ء

برادر م طاہر تونسوی صاحب۔ سلام مسنون!

لگتا ہے آپ کچھ ناراض ہیں ورنہ آپ میرے خطوط کا جواب ضرور دیتے۔ میں تو آپ کے خط کا اور آپ کی کتابوں کا انتظار کرتا رہا۔ ان دنوں ریسرچ اسکالروں کی بھیڑ لگ گئی ہے وجہ یہ ہے کہ بہار اسٹیٹ میں چودہ سالوں سے لکچرار کی بحالی نہیں ہو رہی تھی۔ اس لیے طالب علم پی۔ ایچ۔ ڈی کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جھاڑ کھنڈ راج ملتے ہی امید جاگی ہے کہ خالی پڑی جگہوں کو جلد ہی پُر کیا جائے گا۔ اور UGC ۲۶ کے مطابق نئے لکچرار کی بحالی سے قبل اگر کینیڈیٹ پی۔ ایچ۔ ڈی ہوں تو اسے تین انکریمنٹ زیادہ ملیں گے۔ اسی لیے طالب علم پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے پریشان ہیں دو تین محنتی لڑکے لڑکیاں میرے پاس آرہے ہیں۔ ایک کو میں سلیم اختر کی افسانہ نگاری پر رجسٹریشن کرانے جا رہا ہوں دوسرے لڑکے کو شہزاد منظر ۲ پر کام کروا رہا ہوں اگر آپ کی کتابیں ہوتیں تو آپ کے اوپر کام ہو ہی جاتا۔ ویسے آپ کے ہاں ڈاک خرچ اتنا بڑھ گیا ہے کہ ڈاک سے کتابیں بھیجنا مشکل ہیں۔ اگر کوئی شخص آنے والا مل جائے تو اس کی معرفت کتابیں ضرور بھجوا دیں۔

آپ نے بھارت یا تراکا سفر نامہ قلم بند کیا یا نہیں؟ اگر لکھ چکے ہوں اور چھپا ہو تو ضرور بھجوائیے۔

۲۲ اگست کو میری نگرانی میں تاج افضیا بانو کو ”ریاست کرناٹک کے محققین کے ادبی کارنامے“ پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی

ڈگری تفویض کی گئی ہے۔

ہماری دونوں بچیاں علی گڑھ میں ہیں۔ خورشید جہاں ۲۸ آپ لوگوں کو سلام کہہ رہی ہیں اور بچوں کو دعائیں۔

جواب کا منتظر۔
آپ کا
جلیل اشرف

صابر دت ۲۹

Sahir Publishing House,
Parchhaiyan, Royal Turner Lane,
Juhu Church, Bombay, India

۱۱۹ اکتوبر ۱۹۸۷ء

محترم جناب طاہر تونسوی صاحب

آداب

میں آج کل پروفیسر گوپی چند نارنگ ۳۰ کی شراکت میں ساحر لدھیانوی پر ایک کتاب مرتب کر رہا ہوں۔ اس کا نام ”ساحر لدھیانوی۔ شاعر شیوا بیان“ اس طے پایا ہے اور یہ دو تین مہینوں میں منظرِ عام پر آجائے گی۔ میری شدید خواہش ہے کہ آپ کا مضمون اس کتاب میں ضرور شامل ہو۔ اس لیے ساحر پر ایک مضمون کی درخواست کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گے۔

میں اس کوشش میں بھی ہوں کہ کسی پاکستان جانے والے کے ساتھ آپ کو ”فن اور شخصیت“ کا سحر تمبر ۳۲ بھی بھجواؤں۔ بہر [بہر] کیف یہ نمبر آپ تک پہنچ جائے گا۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر [بہ خیر] ہوں گے۔
خاکسار [خاک سار] صابر دت

صبیحہ انور ۳۳

لکھنؤ

۱۱۲ اکتوبر ۱۹۸۳ء

محترم طاہر تونسوی صاحب

سلام علیکم [السلام علیکم]

محسن صاحب بخیریت [بہ خیریت] آئے اور آپ کا خط اور آپ کے بھیجے ہوئے رسالے لائے۔ خدا کا شکر ہے کہ

میری کتاب ۳۴ آپ تک پہنچ گئی۔ آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔ جس طرح سے متعلقہ مواد اور تراشے آپ نے تلاش کر کر کے بھیجے تھے اس کا شکریہ تو ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ پاکستان کے کئی حضرات کو یہ کتاب روانہ کی۔ مگر آج تک اس کے پہنچنے کی رسید تک نہیں ملی۔

ہم لوگ اکثر آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی خیریت نیر مسعود صاحب ۳۵ سے ہی ملتی رہتی ہے۔ خدا کرے آپ کا زبانی امتحان ۳۶ بھی ہو گیا ہو اور آپ اس انتظار سے نجات پا چکے ہوں جو ریسرچ اسکالر کے لیے سب سے زیادہ صبر آزما ہوتا ہے۔ میرا افسانوی مجموعہ ۷۷ فی الحال زیر ترتیب ہے ہاں تنقیدی مضامین کا مجموعہ اور (۱۲) رام لعل صاحب کے انٹرویوز پر ۳۸ کتاب، اُس سے پہلے آنے کے امکانات ہیں۔

باقی سب خیریت ہے۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کا اگلے سال ہندوستان آنے کا پروگرام ہے۔

انور صاحب ۳۹ سلام عرض کر رہے ہیں۔ آپ کو یاد کرتے ہیں۔

محسن صاحب فنون کا وہ شمارہ کسی وجہ سے نہیں لاسکے تھے۔ کوشش کروں گی کہ رام لعل صاحب سے مل

مخلص

جائے۔ رام لعل صاحب بخیریت [بہ خیریت] ہیں۔ خدا حافظ

صبیحہ انور

ظہیر غازی پوری ۴۰

Zaheer Ghazipuri,

Hashmia Colony (Pagmil),

Hazaribagh, Bihar, (India)

۲ جون ۲۰۰۰ء

برادرِ محترم طاہر تونسوی صاحب

سلام مسنون

آپ کا ایم ایل کامر قومیہ خط انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے پوسٹ ہو کر مجھے ۸ مئی کو دستیاب ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک میں ”مسلک“ ۴۷ کے غالب نمبر کا منتظر رہا کیوں کہ آپ نے خط میں تحریر کیا تھا کہ اسے بھیج رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ نمبر اب تک مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔ کیا میں امید رکھوں کہ آپ اسے جلد از جلد بھجوا دیں گے؟

کل یکم جون کو برادر م (۲۵) جلیل اشرف صاحب کے توسط سے مجھے ماہنامہ ”چہار سو“ بابت ماہ مارچ - اپریل ۲۰۰۰ء، ہم دست ہوا ہے۔ اس میں محترم سلیم اختر صاحب کے گوشے میں میرا مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔ انھوں نے ایک خط بھی لکھا ہے۔ جلد ہی اس کا جواب لکھ دوں گا۔

آپ نے پچھلے خط میں قلمی اور دلی رابطہ قائم رکھنے کی بات لکھ تھی مگر رسالے کے انتظار نے اس میں رکاوٹ پیدا کر دی مجھے یقین ہے آپ مراسلت جاری رکھیں گے اور بعض ایسے مضامین کی زیر اس کا پیاں فراہم کر سکیں گے جن کی مجھے اشد ضرورت ہوگی۔ ”قومی زبان“ کے غالب نمبر میں غالب کے سائنسی شعور، ”پر دو عدد مضامین شامل ہیں۔ مجھے ان کی زیر اس کا پیاں چاہئیں۔ میں ”اقبال کا سائنسی شعور“ کے زیر عنوان ایک بسیط مقالہ لکھ چکا ہوں جو ”صریر“ میں شائع ہوا تھا۔ اب غالب کے سائنسی شعور پر اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔ مگر یہ کام آپ کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

آپ لوگوں کی یادیں تازہ ہیں اور ذکرِ خیر بھی ہوتا رہتا ہے۔ کارِ لائقہ سے یاد فرمائیں۔ یقین ہے آپ بعافیت [بہ عافیت] ہوں گے۔ نیاز مند

ظہیر غازی پوری

عابد سہیل ۲۴

نصرت پبلشرز، کپور مارکیٹ،
وکتوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔

۲۹ جون ۱۹۷۹ء

کیا لکھوں میں۔ عزیزم کہ عزیزی (کہ استاد محترم سے فوری طور پر مشورہ کر نہیں سکتا)۔ خیر جو پسند ہو قبول کیجیے۔

آپ کے ایک نہیں دو خط ملے۔ پہلا تو دہلی سے تھا۔ اس کا جواب کہاں دیتا۔ دوسرا خط پرسوں ملا۔ اس خلوص و محبت کے لیے شکریہ ادا کروں!!

آپ کو رخصت کرنے کے تیسرے دن میں سات آٹھ دن کے لیے اناوا چلا گیا۔ چنانچہ اسٹیشن کے بعد (۳۵) تیر صاحب سے ملاقات کی نوبت ترسوں یعنی ۲۶ جون کو آئی۔ اسی دن آپ کا دوسرا خط ملا تھا۔ بہت دیر تک آپ کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔ کچھ طبیعت گڑبڑ تھی۔ میں نے دھمکی دی تھی کہ یہ بیماری نہیں چلے گی۔ چنانچہ صحت یابی کی اطلاع دینے اگلی صبح آئے۔ تھوڑی دیر میں شراب ۴۳ بھی آگئے۔ کافی دیر گپ شپ رہی۔ آپ کا بھی ذکر آیا۔

جاناں جانان ۴۴ اور گرگ شب ۴۵ کی کتابت ہو رہی ہے۔ میر حسن کو آف سیٹ سے چھاپنے کا ارادہ ہے۔ ان تینوں

کتابوں کی اشاعت کی اجازت بھیج دیجیے۔ اجازت بھی کیا۔ متعلقہ حضرات کو اطلاع دے کر ان کی منظوری کی اطلاع مجھے دے دیجیے۔ ”مصنف کی اجازت سے“ کا جملہ سُرخرو ہونے کا موقع دیتے ہیں۔

کل شام انور صاحب اور صبیحہ صاحبہ آئی تھیں۔ دونوں نے فرمائش کی تھی کہ ان کا سلام آپ کو لکھ دوں۔ سواس فرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔

بنگم تو آپ کو یاد کرتی ہی ہیں، بچے بھی آپ کی نقل کرتے ہیں اور بار بار پوچھتے ہیں کہ اب تو پاکستان پہنچ ہی گئے ہوں گے۔ اپنی یاد دلانے کو آپ جو ٹوپی عنایت کر گئے ہیں اسے پہن کر بچے صحت مند بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں بھی کبھی کبھی استعمال کرتا ہوں کہ زیادہ صحت مند نہیں ہونا چاہتا۔

رام لعل جی سے اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔ انھوں نے اکادمی سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس پر اخبار میں خوب مراسلے بازی ہو رہی ہے۔ ایک صاحب نے لکھا کہ رام لعل صاحب اطہر نبی ۴۶ سے خفا اس لیے ہیں کہ چاہتے تھے اردو کا ایوارڈ فراق کے بجائے انھیں ملنا چاہیے تھا۔ دوسرے صاحب نے لکھا کہ انھیں ایوارڈ کیسے مل جائے۔ پہلے رتن سنگھ اور عابد سہیل کو مل لے اس کے بعد ان کی باری آئے گی۔ بھائی بہ فریاد غالب یہ جانتا تو آگ لگانا نہ گھر کو میں کتابیں آپ جو بھی مفید اور کارآمد سمجھیں ضرور بھیجیں۔ مجھے افسانوی ادب کے معیاروں کے تعین سے دلچسپی ہے۔ اس سلسلے کی کوئی کتاب ہو تو مجھے ہر گز محروم نہ رکھیں۔

ایک بات اور یہ ”اس ہاتھ دے، اس ہاتھ لے“ والا معاملہ ہر گز نہیں ہے۔ جس کتاب کی بھی ضرورت ہو بلا تکلف لکھ بھیجیں۔

جملہ پرسانِ حال کو سلام اور دعا۔ آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔ آپ کا

عابد سہیل

(۲)

نصرت پبلشرز، کپور مارکیٹ،

وکتوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔ ۳

انڈیا

کیم اگست ۱۹۷۹ء

برادر م۔ تسلیم

آپ کا خط اور تین قیمتی کتابیں ملیں۔ کیا ان کا شکریہ ادا کروں۔ اس سے قبل پاکستان سے آپ کا ایک خط ملا تھا جس کا

تفصیلی جواب دے دیا تھا۔ اس کے بعد جناب کوئی خط نہیں ملا۔ گرگ شب، جاناں جاناں اور میر حسن کی اشاعت کے سلسلے میں منظوری نامہ بھی نہیں ملا۔ جب کہ یہ تینوں کتابیں تقریباً تیار ہیں۔ ان کے علاوہ اس بار آپ نے جو کتابیں بھیجی ہیں وہ بھی چھاپنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں بھی آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔

جدید اردو تنقید کا نیا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ چھپتے ہی آپ کو بھیج دوں گا۔ خبر نامہ اکادمی سے بھجوا یا ہے۔ معلوم نہیں پہنچا یا نہیں۔ اپنی کاپی آغا سہیل صاحب ۷۷ کے ذریعے بھجوا رہا ہوں۔
نیر صاحب کا خط آپ کو ملا ہو گا ڈاکٹر (۱۳) کیسری کشور ۹ / اگست کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہم لوگوں پر اس عظیم حادثے کا کتنا اثر ہوا ہو گا۔

حیات فرصت رقص شر لیے آئی

جہاں میں بس ادھر آئے ادھر گئے ہم لوگ

میں نے تعزیتی جلسے کے لیے ایک خاکہ اور ہنوز شیشہ گراں ۴۸ پر تبصرہ لکھا تھا، شائع ہو گا تو اس کی نقل آپ کو بھیج دوں گا۔

میر [ن-خ] ابھی نہیں کھلا ہے اور معاملہ ہنوز امروز و فردا پر ٹل رہا ہوں۔ یہ خط بے حد عجلت میں لکھ رہا ہوں۔ آپ

کے خط کا شدید انتظار رہے گا۔

آپ کا

عابد سہیل

(۲۳)

معرفت نصر فیلشرز، امین آباد،
لکھنؤ۔

۱۷ اپریل ۱۹۸۳ء

برادر م تسلیم۔ امید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

آپ کا ۸ مارچ کا خط ملا۔ آپ کی شکایت بجا ہے۔ ایک عرصے سے آپ کو کوئی خط نہ لکھ سکا۔ بلکہ سچ پوچھیے تو آپ کے خطوط کا جواب بھی نہ دے سکا۔

آپ کو شاید یاد ہو کہ آپ نے احمد فراز صاحب ۴۹ کی کتاب ”جاناں جاناں“ کے بارے میں لکھا تھا آپ نے ہندوستان میں اس کی اشاعت کے سلسلے میں موصوف سے بات کر لی ہے۔ اس خط کے جواب میں میں نے عرض کیا تھا کہ کتاب

کی رائلٹی فراز صاحب جب بھی چاہیں گے نصرت پبلشرز انھیں پیش کر دے گا۔

فراز صاحب پچھلے مہینے ہندوستان کے لکھنؤ بھی تشریف لائے۔ نصرت پبلشرز نے انھیں اپنے کتب خانے پر بھی مدعو کیا۔ لیکن ہم دونوں ہی حیران رہ گئے۔ انھیں اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ نصرت پبلشرز نے ان کی کوئی کتاب چھاپی ہے۔ انھیں بھی تکلیف پہنچی اور مجھے بھی۔ انھیں جعلی ایڈیشن دیکھ کر اور مجھے اس لیے کہ کتاب کی اشاعت میرے ایمپر ہوئی تھی۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ اگر آپ کے کاغذات میں وہ خط محفوظ ہو جس میں انھیں رائلٹی ادا کرنے کا ذکر تھا تو برائے مہربانی اس کی فوٹو اسٹیٹ کا پی مجھے بھجوائیے۔ اس سے مجھے کم از کم اپنی نیک نیتی ثابت کرنے میں مدد ملے گی۔

اور کیا حال چال ہیں؟ تیر صاحب تک آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ انھیں بھی شاید آپ کا خط ملا ہو۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تجزیے میں میرا مضمون شائع ہو گیا ہے لیکن بھائی وہ ایسا تو نہ تھا کہ اس کی اشاعت بار بار ہوتی۔ اگر ممکن ہو تو اس کا تراشہ بھجوا دیجیے۔

[ن۔خ] اور اب انھوں نے انیس کی یاد میں کتابوں کا کام باقاعدہ طور پر شروع کر دیا ہے۔ میری لکھنے کی رفتار اس قدر سست ہے کہ دوسرے افسانوی مجموعے کی نوبت اب تک نہ آسکی۔ ان تین چار برسوں میں صرف تین افسانے اور دو مضامین لکھے ہیں۔

آپ کے تھیس کا کیا ہوا۔ امید ہے آپ باقاعدہ طور پر ڈاکٹر ہو گئے ہوں گے۔ ویسے یہاں کے اشاعتی اداروں نے تو آپ کو ڈاکٹر پہلے ہی بنادیا تھا۔ آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔ آپ کا

عابد سہیل

ابراہیم محمد ابراہیم ۵۰

(۱)

۱۹ ستمبر ۲۰۰۵ء

محترمی و مکرمی جناب ڈاکٹر طاہر تونسوی صاحب، السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مندی اور عمر درازی عطا فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب، مجھے پاکستان سے واپس آئے ایک ماہ مکمل ہونے کو ہے مگر اب تک مجھے یقین نہیں ہے کہ میں واقعی پاکستان چھوڑ آیا ہوں۔ پاکستان میں میری عمر کا بہت اچھا حصہ گزرا ہے اور یہ جو مہینہ میں نے فیصل آباد میں گزارا ہے بہت اچھا مہینہ رہا۔ ایک یہ کہ اس مہینے میں میرا واسطہ بہت اچھے اور محبت کرنے والے لوگوں سے رہا۔ ان لوگوں میں سر فہرست ڈاکٹر طاہر تونسوی صاحب ہیں جو میرے ساتھ

انتہائی محبت، مہربانی اور شفقت سے پیش آئے۔ ڈاکٹر صاحب! یقیناً آپ پاکستان میں میرے محسن ہیں۔ جب کہیں دوستوں میں بیٹھتا ہوں تو سب سے پہلے آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ کتنے فراخ دلی کے ساتھ میرا استقبال اپنے آفس میں کیا۔ اور اس سے پہلے کتنے مہربانی کے ساتھ مجھ سے ملنے گھر پر آئے یہ میں نہیں بھول سکتا۔ دوسری بات جس کی وجہ سے مجھے آپ پر ایک قسم کا رشک ہے وہ دوستی جو آپ، ڈاکٹر سلیم اختر اور س مسلم صاحب ۵۲ کو ایک ساتھ اکٹھا کر دیتی ہے۔ اس قسم کی دوستی دیکھنے میں بہت کم نظر آئی۔ اللہ تعالیٰ اس دوستی کو تابدار قائم رکھے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ نے مجھ پر بہت احسان کر کے میرا بھرم رکھا ہے جب آپ نے میری آپنی (مسزرقیہ اشرف) کے سکول کی ایف لی ایٹن منظور کی۔ اس کے لیے میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ ڈاکٹر صاحب، ان دنوں میں نے (الناقد الباکستانی المعاصر الدکتور طاہر تونسوی) کے عنوان سے ایک مقالہ لکھنا شروع کیا، مکمل کر کے آپ کی طرف اس کی کاپی بھیجوں گا۔ امید ہے کہ آپ کو یہ مقالہ پسند آئے گا (اگرچہ یہ عربی میں لکھا جا رہا ہے)۔ جہاں تک پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھوانے کا تعلق ہے تو میں نے ساری کتابیں اپنے شاگرد ”ایمن عبدالحلیم“ ۳۵ لکچرر عین الشمس یونیورسٹی کو دے دیں۔ اور پڑھتے پڑھتے پتا نہیں اس کو شادی کرنے کا خیال کیسے آیا ہے جس کی وجہ سے انھوں نے ایک مہینے کے لیے پڑھنے کو ملتوی کر دیا اور شادی کی کارروائیاں شروع کیں۔ بہر حال شادی کا عروج آج ہی ۱۹ ستمبر ۲۰۰۵ء ہو رہا ہے یعنی رخصتی، اس کے بعد جیسا کہ آپ کو پتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ عروج زوال کی طرف سفر کرنے لگے گا اور پھر ایمن صاحب خود بہ خود پڑھنے کی طرف آئیں گے۔ بہر حال ڈاکٹر صاحب امید ہے کہ دسمبر تک ٹاپک کی منظوری اور رجسٹریشن ہوگی اور دسمبر ہی تک میرا مقالہ بھی شائع ہو جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب! پاکستان بہت یاد آرہا ہے اور ظاہر ہے آتما بھی رہے گا جب تک میرا میٹھا نصف پاکستان میں ہے۔ سچ پوچھیے تو میرے میٹھے تین چوتھائی پاکستان میں ہیں۔ پھر ان کے علاوہ پاکستان کے آم، پاکستان کی کڑاہی، گول گپے اور رس گلے کی تو مثال نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے یہ موقع دوبارہ مہیا کرے، آمین ثمہ آمین!

ڈاکٹر صاحب!

اس وقت مصر میں ٹھیک سات بج گئے ہیں شام کے، اور مغرب کی اذان ہو رہی ہے جب کہ آپ کے ہاں مغرب پہلے ہو چکی ہے۔ دو گھنٹے کا فرق ہے۔ آپ آگے، ہم پیچھے اور ہمیں آپ کے آگے ہونے اور اپنے، آپ کے پیچھے ہونے پر فخر ہے۔ میری طرف سے بہت بہت سلام قبول فرمائیں۔ اور بہت بہت سلام ڈاکٹر سلیم اختر صاحب، ڈاکٹر مظفر عباس صاحب اور میرے محترم ابوالاتیاز ع۔ س مسلم صاحب کو پہنچائیے۔

فقط

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابراہیم محمد ابراہیم

(۲)

لاہور

۱۰ اگست ۲۰۰۶ء

محترم و مکرم ڈاکٹر طاہر تونسوی صاحب، السلام علیکم !

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کا گرامی نامہ مع مقالہ عربی موصول ہوا۔ انشاء اللہ [ان شاء اللہ] عن قریب اس کا اردو ترجمہ مکمل ہوگا۔ جو خاکہ آپ نے ڈاکٹر تبسم کو دیا تھا ترجمے کے لیے وہ بھی مکمل ہونے لگا۔ جہاں تک ڈاکٹر تبسم کالاہور میں ایڈجسٹمنٹ ہونے کا تعلق ہے تو ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ خدا جانے کیا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب !

ایمن سے ای میل موصول ہوا، اس نے اس میں اُن کتابوں کا ذکر کیا ہے جو ان کے پاس بالفعل موجود ہیں اور اُن کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی اس کو اشد ضرورت ہے۔ ای میل کی کاپی منسلک ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب کو میری طرف سے بہت سلام۔

آپ کا چھوٹا بھائی

ابراہیم محمد ابراہیم

(۳)

۲۳ اگست ۲۰۰۶ء

محترم جناب ڈاکٹر طاہر تونسوی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے اور بہت خوش بھی رکھے۔ آمین !

جناب من، مقالے کا اردو ترجمہ (جو تھوڑا سا مختصر بھی ہے) منسلک ہے امید ہے کہ اس میں جو بھی کوتاہی ہوئی آپ اسے معاف کریں گے۔ وقت کم تھا اور زندگی کی بھاگ دوڑ اور افراتفری بھی۔ اصل مقالے (عربی) میں چند اقتباسات آپ کی کتابوں سے لیے گئے تھے جب میں مصر میں تھا۔ کتابیں وہیں مصر میں رہیں اور اب میں نیوکیمپس میں آپ کی کتابوں کی صحبت اور معیت سے محروم ہوں۔ اس لیے عرض یہ ہے کہ جہاں جہاں اقتباس ہے تو ترجمے میں میں نے اقتباس کے پہلے ایک دو جملے اور آخری ایک دو جملے کا ترجمہ (عربی سے جو خود ترجمہ ہے اردو اصل کا) کیا اور آپ سے درخواست ہے کہ اقتباس کا اصل متن جو آپ کی کتابوں میں درج ہے۔ ترجمے میں درج کیا جائے۔ کتابوں کے نام اور صفحہ نمبر بھی میں نے لکھے ہیں۔ آسانی کے لیے میں نے اردو ترجمے میں جہاں جہاں اقتباس آئے گا میں نے نیلے قلم سے نوٹ لکھا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! اردو کے لیے میں ایک عجی ہوں لہذا ترجمہ پڑھیے گا۔ جہاں جہاں آپ کو لگے کہ یہاں کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہے ضرور کیجیے۔ دراصل عربی سے اردو میں ترجمے سے زیادہ آسان تھا کہ میں اردو ہی میں مقالہ لکھوں اور ضرور لکھوں گا اور یہ میرے لیے باعث شرف و مسرت ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب! میری تجویز یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ترجمہ اصل کے ساتھ شائع کروایا جائے کیا پتا لوگ میری اردو سے زیادہ میری عربی کو سمجھیں۔

ڈاکٹر صاحب! مقالے کے ترجمے کے ساتھ ایمن کے خاکے کا ترجمہ بھی منسلک ہے۔ ڈاکٹر تبسم نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تاخیر معاف۔ کوتاہی معاف۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تابع دار مخلص

ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم

حواشی :

۱۔ سید مظفر حسین برنی کا آبائی وطن بلند شہر تھا۔ آپ نے بریلی کالج [اتر پردیش] میں تعلیم حاصل کی۔ آئی اے ایس منتخب ہوئے، اڑیسہ میں چیف سیکریٹری رہے اس کے بعد مختلف ریاستوں کے گورنر رہے۔ ۱۹۸۸ء میں قومی اقلیتی کمیشن کے صدر اور ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک جامعہ ملیہ اسلامیہ کے چانسلر بھی رہے۔ برنی صاحب کو علم و ادب سے خصوصی رغبت تھی۔ انھوں علامہ اقبال کے خطوط جمع کر کے چار جلدیں ”کلیاتِ مکاتیبِ اقبال“ کے نام سے شائع کیں۔ پانچویں جلد بھی زیر ترتیب تھی جو شائع نہ ہو سکی۔ علامہ اقبال پر انگریزی میں ان کی کتاب "Iqbal: Poet_Patriot of India" کو بھی علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔

ان کا ۹۱ سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد ۲۰۱۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔

۲۔ ”کلیاتِ مکاتیبِ اقبال“ جو چار جلدوں پر مشتمل جسے اردو اکادمی دہلی نے شائع کیا۔

۳۔ تونسہ سے تعلق رکھنے والے شاعر، ادیب۔ اصل نام مولوی صالح محمد اور قلمی نام ادیب تونسوی تھا۔ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مدرسہ پیشہ اختیار کیا اور مڈل اسکول چوٹی زین، وہوا، منگڑوٹھ میں ہیڈ ماسٹر رہے۔

ان کی وفات ۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء کو ہوئی۔ ان کی تصنیفات میں ”حیاتِ سلیمان“ مشہور ہے۔

مولوی صالح محمد ادیب تونسوی کے نام علامہ اقبال کے ۱۸ خطوط ہیں جو کلیاتِ مکاتیبِ اقبال جلد سوم میں شامل ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

8 پہلا خط ۱۰ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۱۵

دوسرا خط ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۱۸

- تیسرا خط ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۲۰
- چوتھا خط ۱۹ جون ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۲۵
- پانچواں خط ۲۵ جولائی ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۳۵
- چھٹا خط ۱۰ اگست ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۴۶
- ساتواں خط ۱۰ اگست ۱۹۳۰ء صفحہ نمبر ۱۴۹
- آٹھواں خط بلاتاریخ صفحہ نمبر ۱۵۹
- نواں خط ۱۸ اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۱۹۴
- دسواں خط ۲۲ اپریل ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۱۹۷
- گیارہواں خط ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۲۰۲
- بارہواں خط ۲۰ مئی ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۲۰۶
- تیرہواں خط ۲۵ مئی ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۲۱۱
- چودھواں خط ۰۲ جون ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۲۱۴
- پندرہواں خط ۰۷ جون ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۲۱۴
- سولہواں خط ۰۲ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ نمبر ۲۱۹
- سترہواں خط ۱۱ فروری ۱۹۳۲ء صفحہ نمبر ۲۷۰
- اٹھارواں خط ۱۲ فروری ۱۹۳۲ء صفحہ نمبر ۲۷۱
- ۴ ولادت: ۲۲ دسمبر ۱۹۰۶ء، وفات: ۶ اپریل ۱۹۹۳ء
- ۵ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے فرزند، ولادت: ۱۹۲۴ء۔ وفات: ۲۰۱۵ء
- ۶ ماہر اقبالیات، محقق، نقاد۔ پشاور یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے صدر رہے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۲۴ ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں: ”تاریخ تصوف“، ”داستان اقبال“، ”نقوش اردو“، ”اشاریہ مکاتیب اقبال“۔
- ۷ ڈاکٹر وحید عشرت۔ مدیر ”اقبالیات (اردو)“، محقق، نقاد
- آپ کی تصنیفات و تالیفات میں ”جمہوریت پاکستان میں“، ”خیر و شر“، ”اقبال فلسفیانہ تناظر میں“، ”روح کیا ہے؟“، ”جبر و نذر“، ”زمان و مکان“ شامل ہیں۔
- ۸ ولادت: ۱۸۸۴ء۔ وفات: ۱۹۵۳ء
- ۹ مسعود حسن رضوی ادیب کے چھوٹے بیٹے۔ یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ اردو ادب میں مزاح نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ تصنیفات میں میرزا نامہ، درشن جھروکا، شلم آشنا، بے تکلف، اردو کے ضرب المثل اشعار، ڈرتا ہوں آئیے سے (غیر مطبوعہ) شامل ہیں۔

- ۱۰۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے ایک تاریخی عمارت کو خرید کر از سر نو تعمیر کرایا اور اس میں اپنی رہائش اور نجی دفتر قائم کیا۔ تمام ادبی نشستیں یہیں ہوا کرتی ہیں۔ اس جگہ کا نام ادبستان رکھا گیا تھا۔
- ۱۱۔ اصل نام: رام لعل چھاڑا ہے۔ رام لعل کے قلمی نام سے مشہور ہوئے۔ رام لعل کا شمار اردو کے اہم افسانہ نگار، ناول نگار اور سفر نامہ نویسوں میں ہوتا ہے۔ آپ ۳ مارچ ۱۹۲۳ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق دتہ خیل سے تھا۔ آپ نے راجہ رام موہن ہائی اسکول (موجودہ گورنمنٹ ہائی اسکول) سے ۱۹۳۵ء میں میٹرک کیا۔ رام لال نے ہجرت اور دوسرے انسانی المیوں کو کہانی کا موضوع بنایا۔ میٹرک کرنے کے بعد ملازمت کا آغاز کیا اور مغلیہ لہور کے میکینیکل ورکشاپ میں بہ طور اپرنٹس (خردیہ) ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۱ء رہے۔ گارڈن کالج روڈ پر سائیکل کی دکان کھولی، ۱۹۴۵ء سے ۱۹۸۱ء تک محکمہ ریلوے سے وابستہ رہے۔ پہلا افسانہ ”تھوک“ ۱۹۴۳ء، ہفت روزہ خیام لاہور میں شائع ہوا، پہلا افسانوی مجموعہ ”آئینے“ ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں ”آگے پیچھے“ (ناولٹس)، ”آتش حور“ (ڈرامے)، ”چاچی کا ڈھابہ“ (ناول)، ”چراغوں کا سفر“ (افسانے)، ”گلی گلی“ (افسانے)، ”جو عورت ننگی ہے“ (افسانے)، ”خواجہ احمد عباس کے منتخب افسانے“ (مرتب)، ”ماسکو یا ترا“ (سفر نامہ)، ”نیل دھارا“ (فرانسیسی)، ناولٹ کا ترجمہ و افسانہ، ”سدا بہار چاندنی“ (افسانے)، ”سورج جیسی رات“ (ناول)، ”اردو افسانے کی نئی تخلیقی فضا“ (تحقیق و تنقید)، ”زرد پتوں کی بہار“ (سفر نامہ پاکستان) شامل ہیں۔ ملیالم، انگریزی، گجراتی، روسی، میراٹھی، اڑیہ، تلگو، تمل، کنڑ، آسامی، ان کے علاوہ آپ کی تصنیفات ہندی، پنجابی زبانوں میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کالم نگار، فلمی کہانی کار، ریڈیائی ڈرامہ نگار کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیقی کی جا چکی ہے۔ آپ ۱۹۷۸ء میں ناروے، انگلینڈ اور سویڈن جب کہ ۱۹۸۰ء میں پاکستان، ۱۹۸۳ء میں ناروے، انگلینڈ، سوویت روس اور ۱۹۸۸ء میں ڈنمارک کے اسفار کر چکے ہیں۔ آپ کو متعدد ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ آپ کا انتقال ۱۵/اکتوبر ۱۹۹۶ء کو لکھنؤ میں ہوا۔
- ۱۲۔ ۸ فروری ۱۹۸۰ء تا ۵ مارچ ۱۹۸۰ء، دورہ پاکستان
- ۱۳۔ معروف لکھنؤی شاعر، بزم شعر کے فعال ممبر رہے اور کئی مشاعرے منعقد کروائے۔ کنگ جارج میڈیکل کالج (جواب یونیورسٹی) کا درجہ حاصل کر چکا ہے) کے فارماکولوجی ڈپارٹمنٹ میں ریڈر تھے۔ واحد مجموعہ کلام شائع ہوا ”ہنوز شیشہ گراں“
- ۱۴۔ ء میں فرخ آباد کے مشہور قصبہ ٹنٹس آباد میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا تعلق ایران کے صفوی خاندان سے ہے۔ پروفیسر صفوی کے جدِ اعلیٰ نواب ولی عرف نواب دولہا ایک عمدہ ادیب تھے اُن کی فارسی زبان میں بیس سے زائد کتب ہیں۔ آذری وقت صفوی کے والد خود فارسی کے ایک بڑے اسکالر تھے۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فارسی میں M.A کیا تھا۔ ان کے مقالے ایران کے معروف ادبی رسائل ”بیغما“، ”سخن“ وغیرہ میں شائع ہوتے تھے۔ آذری دخت صفوی کے پہلے استادان کے والد ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور فارسی میں M.A کی ڈگری ۱۹۶۸ء میں حاصل کی پھر ۱۹۷۳ء میں فارسی زبان و ادب میں ڈاکٹریٹ کیا۔ ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان ”سعدی: شاعر غزل سرا و بشر دوست“ تھا۔ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد شعبہ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لیکچرر مقرر ہوئیں اور ترقی کرتے ہوئے صدر شعبہ فارسی، ڈین فیکلٹی آف آرٹس، ڈائریکٹر مرکز تحقیقات فارسی،

ایڈیٹریوریورسٹی ادبی جزل وغیرہ جیسے اہم عہدوں پر فائز رہیں۔ اس کے علاوہ آپ ”انجمن استادانِ فارسی ہند“ کی صدر ہیں اور ”دانش نامہ“ شیعہ قارہ تہران، مجلہ قد پارسی خانہ فرہنگ دہلی اور انڈیا ایرینیکا کلکتہ کی مجلسِ ادارت میں شامل ہیں۔ آذری دخت صفوی کے ڈیرہ سو سے زائد مقالے فارسی، انگریزی اور اردو کے موقر ادبی جراند میں شائع ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ تعینات و تالیفات کی تعداد 27 ہے جس میں فارسی، انگریزی کی کتب شامل ہیں۔ پروفیسر آذری دخت صفوی کا اہم کارنامہ ”مرکز تحقیقاتِ فارسی“ کا قیام ہے جو ۲۰۰۶ء میں آپ کی کاوشوں سے قائم ہوا اور اب تک ۴۵ سے زائد تحقیقی کتب شائع کر چکا ہے جب کہ 7 بین الاقوامی سیمینار منعقد کر چکا ہے۔

پروفیسر صفوی کو متعدد ایوارڈز سے نوازا گیا ہے جن میں پریزیڈنٹ آف انڈیا ایوارڈ، سعدی ایوارڈ، ایران کلچرل ہاؤس نئی دہلی، خصوصی ایوارڈ برائے فارسی اسکالر، بیرونِ ایران [حکومتِ ایران]، مکیش ایوارڈ، غالب ایوارڈ، بزرگداشت و تجلیل [تہران] وغیرہ شامل ہیں۔ (www.ur.wikipedia.org)

۱۵۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ادارۂ ادب کے تحت ۱۹۵۴ء میں اس کا اجراء ہوا۔ ”سہ ماہی فکر و نظر“ کے پہلے مدیر پروفیسر یوسف حسین خان تھے۔ اب یہ رسالہ چار ماہی سے سہ ماہی ہو گیا ہے۔

۱۶۔ ڈاکٹر سید مہدی عباس رضوی، آذری دخت صفوی کے شوہر

۱۷۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر (۸ مئی ۲۰۰۲ء تا ۱۷ اپریل ۲۰۰۷ء)

۱۸۔ فکر و نظر کا ایک شمارہ ۱۹۵۴ء کا بھی دستیاب ہے جو سہ ماہی کے بجائے چار ماہی ہے۔ اس کا افتتاحیہ قاضی محمد عبدالغفار نے لکھا ہے جب کہ اس کی مجلسِ ادارت میں قاضی محمد عبدالغفار رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر عبدالعلیم، اختر انصاری، معین احسن جذبی، اسلوب احمد انصاری، ڈاکٹر منیب الرحمن، خلیل الرحمن اعظمی اور ڈاکٹر مسعود حسین شامل ہیں۔ البتہ ۱۹۶۰ء سے یہ سہ ماہی ہوا اور اس کے پہلے مدیر پروفیسر یوسف حسین خان ہیں۔ ہو سکتا ہے ۱۹۵۴ء میں اس کا صرف ایک شمارہ جاری کر کے اسے بند کر دیا گیا ہو۔ اور ۱۹۶۰ء سے باقاعدگی سے اس کی اشاعت جاری ہے شاید اسی لیے نسیم احمد نے اس کا آغاز ۱۹۶۰ء سے شمار کیا ہے۔

۱۹۔ مورخ، ماہرِ تعلیم، دانشور، نقاد اور ادیب پروفیسر یوسف حسین خان ۱۹۰۲ء کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ان کے چھ بھائیوں میں ڈاکٹر ذاکر حسین خان، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور صوبہ بہار کے گورنر اور بعد ازاں بھارت کے صدر بھی رہے۔ یوسف حسین خان نے جامعہ ملیہ اسلامیہ سے بی۔ اے کیا، پیرس سے تاریخ میں ڈی۔ لٹ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان واپس آئے۔ جامعہ ملیہ عثمانیہ میں پہلے تاریخ کے ریڈر مقرر ہوئے اور صدر شعبہ بھی رہے۔ ایک مدت بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے بعد ازاں دہلی جا بے اور ۱۹۷۹ء میں انتقال ہوا۔ آپ کی تصنیفات میں ”تاریخِ ہند“، ”تاریخِ دکن“، ”روحِ اقبال“، ”اردو غزل“ اور ”حسرت کی شاعری“ وغیرہ شامل ہیں۔

۲۰۔ شبلی نعمانی ولادت:

۲۱۔ آل احمد سرور۔ ولادت: ۱۹۱۱ء، وفات: ۲۰۰۲ء

- ۲۲ ڈاکٹر انیس اشرف عابدی۔ صدر نشین، شعبہ اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ
- ۲۳ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب۔ ولادت: ۱۸۹۳ء، وفات: ۱۹۷۵ء
- ۲۴ انتظار حسین۔ ولادت: ۷ دسمبر ۱۹۲۳ء، دیپائی، وفات: ۲۰ فروری ۲۰۱۶ء، لاہور
- ۲۵ ڈاکٹر جلیل اشرف ایم اے اُردو، پی ایچ ڈی، رانچی یونیورسٹی، بھارت سے کیا۔ پیشے کے اعتبار سے مارکھم کالج آف کامرس و نو بیجاوے یونیورسٹی، ہزاری باغ میں معلم ہیں۔ افسانے بھی لکھتے ہیں۔
- ۲۶ University Grants Commission ہندوستان کی انسانی وسائل کی ترقی کی وزارت کے تحت UGC ایکٹ ۱۹۵۶ء کے مطابق ایک قانونی باڈی ہے جو اعلیٰ تعلیم کے معیار کی بحالی کے لیے کام کرتی ہے۔
- ۲۷ شہزاد منظر۔ اصل نام: ابراہیم عبدالرحمن عارف، ولادت: یکم جنوری ۱۹۳۳ء، کلکتہ، وفات: ۱۹۹۷ء، کراچی
- ۲۸ ڈاکٹر جلیل اشرف کی بیگم ڈاکٹر خورشید جہاں اردو ادب میں نقاد کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔ ”جدید اُردو تنقید پر مغربی تنقید کے اثرات“، آپ نے انشائیے اور افسانے بھی لکھے۔
- ۲۹ صابر دت ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کو میرپور آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ درونا چاریہ کالج، گڑ گاؤں [ہریانہ] سے بی۔ اے کیا۔ تقسیم ہندوستان کے وقت ان کے والد جو اُس وقت پولیس میں تھانیدار تھے، بلوائیوں نے رجوری جہوں کشمیر میں ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا تھا۔ پہلا شعری مجموعہ ”پل دوپل“ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ ادبی صحافت میں حصہ لیتے ہوئے ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۶ء کی بہترین نظموں کا انتخاب کیا۔ ۱۹۶۵ء میں دہلی سے ایک رسالہ ”روپ“ دیوناگری میں جاری کیا جو ایک سال بعد بند ہو گیا۔ ۱۹۶۷ء میں دہلی سے پندرہ روزہ رسالہ ”دلی والا“ نکالنا شروع کیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۶۹ء تک جاری تھا کہ صابر دت بمبئی ایک مشاعرے میں شرکت کی غرض سے آئے اور ساحر لدھیانوی کے مشورے پر مستقل بمبئی کے ہو رہے۔ بمبئی آنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں ”فن اور شخصیت“ نکالنا شروع کیا۔ اس ضخیم ادبی پرچے کا مقصد کسی ایک فنکار کی حیات و تخلیقات کا محاسبہ کرنا تھا۔ لہذا مہندر ناتھ نمبر، جاں نثار اختر نمبر، مکلیشور نمبر، غزل نمبر، آپ بیتی نمبر، فیض نمبر، قتیل شفائی نمبر، زگھس دت نمبر، ساحر لدھیانوی نمبر، گنیش بہاری طرز نمبر، کوائف نمبر، کشمیری لال ذاکر نمبر اس کے علاوہ اردو کے مشاہیر قلم کا ایک اہم ”چند تصویر بتاں“ شائع ہوئے۔ آپ کے تین شعری مجموعے ”پل دوپل“، ”شجر اکیلا ہے“ اور ”موج عارض“ شائع ہوئے۔ آپ کا انتقال ۲۰۰۰ء میں ہوا۔
- ۳۰ گوپی چند نارنگ فروری ۱۹۳۱ء کو، ڈکی (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آپ کو صفِ اوّل کے اردو نقاد، محقق اور ادیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے بچپن کوئٹہ میں گزارا، ۱۹۵۴ء میں دہلی یونیورسٹی سے اُردو میں ایم اے کیا اور یہیں سے ۱۹۵۶ء میں لسانیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۵۷ء میں سینٹ اسٹیفنز کالج دہلی میں لیکچرر کی حیثیت سے پڑھانا شروع کیا۔ ۱۹۹۵ء تک دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر کے طور پر تدریس سے وابستہ رہے۔ آپ آج بھی دہلی یونیورسٹی کے اعزازی پروفیسر، پروفیسر ای میرٹس ہیں۔ جہاں آپ کو پاکستان اور دیگر ممالک سے متعدد ایوارڈ و انعامات سے نوازا گیا، وہاں ہندوستان میں ”پدم بھوشن“ کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۶۴ ہے۔
- ۳۱ جس تاب کا ذکر صابر دت نے کیا ہے اس نام کی یا کوئی اور کتاب ساحر لدھیانوی پر صابر دت کی جانب سے شائع نہیں ہوئی۔ البتہ

”فن و شخصیت“ کا ساحر لدھیانوی نمبر ضروری شائع ہوا جو ان خطوط سے پہلے منظر عام پر آچکا تھا۔

۳۲ نئی دہلی سے شائع ہونے والا معروف ادبی رسالہ ”فن اور شخصیت“ جس کے مدیر صابر دت ہیں۔ شمارہ ۱۸-۱۹، ۱۹۸۵ء، ساحر لدھیانوی نمبر
۳۳ ڈاکٹر صبیحہ انور، وجاہت علی سندیلوی کے گھر ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئیں۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔
پھر فارسی زبان و ادب میں ایم اے کیا اور ڈاکٹر شبیہ الحسن کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے تحقیقی مقالے کا موضوع
”اردو میں خود نوشت سوانح حیات“ تھا۔ جو ۲۵ اگست ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ انٹرویو پر کتاب ”باقی سوالات“ ۱۹۹۰ء، افسانوی مجموعہ
”خواب در خواب“ ۲۰۱۱ء، اور سفر نامہ استنبول ”ہم نے دیکھا استنبول“ ۲۰۱۳ء میں منظر عام پر آچکے ہیں۔ آپ تعلیمی، سماجی اور ادبی
شخصیت کے طور پر جانی جاتی ہیں اور عورتوں کے حقوق اور تعلیمی ترقی کے لیے کوشاں رہیں۔ آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ۱۹۵۸ء میں
بحیثیت شعبہ اردو کرامت حسین مسلم گرلز ڈگری کالج لکھنؤ سے کیا اور ۲۸ سال بعد ۱۹۹۷ء میں اسی کالج میں پرنسپل کے عہدے پر
تعینات ہوئیں اور ۲۰۰۹ء میں اسی عہدے سے مدت ملازمت پوری کی۔ آپ ”انجمن ترقی تعلیم نسواں“ کی جوائنٹ سیکرٹری ہیں اور
مختلف تعلیمی و سماجی تنظیموں کی ممبر رہیں۔ آپ کو اردو اکادمی ایوارڈ ۱۹۷۵ء، مہیلا سوسائٹیان کی جانب سے ۱۹۸۱ء میں اردو ادب ایوارڈ،
اردو اکادمی ایوارڈ ۱۹۸۲ء میں، آل انڈیا میر اکادمی ایوارڈ، مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ اور شان اودھ ایوارڈ سمیت درجنوں ایوارڈ مل چکے
ہیں۔ اس کے علاوہ وہ پی ایچ ڈی مقالات کی رہنمائی بھی کر چکی ہیں۔

۳۴ پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ”اردو میں خود نوشت سوانح حیات“۔ جو ۲۵ اگست ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا

۳۵ اردو کے ممتاز ادیب، افسانہ نگار اور محقق نیر مسعود ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ اردو کے نامور محقق سید مسعود حسن رضوی ادیب ان کے
والد تھے۔ ۱۹۵۷ء میں فارسی ادب میں ایم اے کرنے کے بعد فارسی اور اردو میں پی ایچ ڈی کیا۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں فارسی کے پروفیسر
تھے۔ ان کی خدمات پر ۱۹۷۹ء میں انھیں پدماشری ایوارڈ برائے تعلیم و ادب سے نوازا گیا۔ ۱۹۷۱ء میں نیر مسعود کا پہلا افسانہ ”نصرت“
ماہ نامہ شب خون میں شائع ہوا۔ اس وقت تک ان کی شہرت بطور محقق اور نقاد کے تھی۔ ان کی تصانیف درج ذیل ہیں۔ رجب علی بیگ
سرور حیات اور کارنامے، بچوں سے باتیں (مرتبہ)، شفاء اللہ ولہ کی سرگزشت، بستان حکمت (ترجمہ)، تعبیر غالب، سوتا جاگتا، کاڈکا کے
افسانے، میر انیس (سوانح)، مرثیہ خوانی کافن، دولہا صاحب عروج، عطر کافور، یگانہ: احوال و آثار، سیمیا، دیوان فارسی میر تقی میر
(مرتبہ)، طاؤس چمن کی مینا، خطوط مشاہیر بنام سید مسعود حسن رضوی ادب۔ ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر ۲۰۰ سے زائد مضامین
رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کا انتقال اکیاسی برس کی عمر میں ۲۴ جولائی ۲۰۱۷ء کو لکھنؤ میں ہوا۔

۳۶ ڈاکٹر طاہر تونسوی کے پی ایچ ڈی کے لیے زبانی امتحان کے لیے بات کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر تونسوی نے ۱۹۸۳ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۳۷ ڈاکٹر صبیحہ انور کا اولین افسانوی مجموعہ ”ورق ورق زندگی“ ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ غالباً دوسرے مجموعے کی بات کر رہی ہیں۔ جو
”خواب در خواب“ کے نام سے ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔

۳۸ انٹرویو پر تنقیدی مطالعہ اور رام لعل کے انٹرویو کا مجموعہ ”باقی سوالات“ کے نام سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔

۳۹ ڈاکٹر صبیحہ کے شوہر

۴۰ ظہیر غازی پوری کا اصل نام ظہیر عالم انصاری ہے۔ ۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو غازی پور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ وطن ثانی ہزاری باغ

جھاڑ کھنڈ ہے۔ ۱۹۵۷ء میں بی اے کیا۔ ۱۹۹۶ء میں آفس سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں شاعر ابراہیم گوری گوری کی شاگردی اختیار کی۔ ان کی تصنیفات میں ”مطالعہ اقبال کے بعض اہم پہلو“، ”اردو دوہے: ایک تنقیدی جائزہ“، ”جھاڑ کھنڈ اور بہار کے اہل قلم“، رباعیات کا ایک مجموعہ ”دعوتِ صد نشتر“، شاعری میں ”سٹیلیٹ فن، الفاظ کا سفر، آشوب نو“، کھرے کی دھول، سبز موسم کی صدا، لفظوں کے پرند شایع ہوئے۔ آپ نے ماہنامہ ”صریر“ کی ادارت سنبھال کر ادبی صحافی کا مقام حاصل کیا۔ اردو شاعری میں نئی صنف ”غزل نما“ کی بنیاد رکھی۔ آپ پُرگو شاعر ہونے کے علاوہ محقق اور نقاد کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ کا انتقال ۳ نومبر ۲۰۱۶ء کو ہوا۔

گور نمٹ کالج آف ایجوکیشن، ملتان کا علمی و ادبی محفل

اصل نام سید محمد عابد، قلمی نام عابد سہیل ہے۔ ۷ نومبر ۱۹۳۲ء کو ادنیٰ ضلع جالون (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ افسانہ نگار اور صحافی کی حیثیت میں جانے جاتے ہیں۔ آپ کمیونسٹ پارٹی کے فعال کارکن رہے اور عملی سطح پر پارٹی کی نظریاتی توسیع کی سرگرمیوں کا حصہ بنے رہے۔ ”نیشنل ہالرائڈ“ اور ”قومی آواز“ میں ملازمت کر کے صحافتی خدمات انجام دیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اور ٹی اور بھوپال میں حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے فلسفے میں ایم اے کیا اور پھر اسی شہر میں ساری زندگی بسر کر دی۔ آپ نے یونیورسٹی کے زمانے میں ہی افسانے لکھنا شروع کر دیے تھے۔ اس کے علاوہ مشہور ادبی و علمی شخصیات کے خاکے بھی تحریر کیے جس کا مجموعہ ”کھلی کتاب“ کے نام سے شایع ہوا۔ زندگی کے آخری برسوں میں ”جو یاد رہا“ کے نام سے سوانح لکھی۔ آپ کا انتقال ۲۰۱۶ء لکھنؤ میں ہوا۔ آپ کی دیگر تصانیف میں غلام گردش، فکشن کی تنقید: جہت مباحث، جینے والے، عبدالعلیم، باغات، عبدالعلیم کے منتخب مضامین، سب سے چھوٹا غم، انتخابِ مضامین احمد جمال پاشا، اردو کے ادبی رسالوں کے مسائل، نایاب (دو جاسوسی ناولوں کے ترجمے) شامل ہیں

شارب ردولوی کا اصل نام مسیب عباس تخلص شارب ردولوی ہے۔ آپ حکیم حسن عباس اور امیر النساء کے ذی علم اور اہل تشیع گھرانے میں ۱۳ مارچ ۱۹۳۲ء کو ردولوی ضلع بارہ بنکی بھارت میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے شعر گوئی کا شوق تھا۔ تاہم اسی شوق کی بنا پر بی اے کے لیے ۱۹۵۳ء میں لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۶ء میں بی اے کے بعد ایم اے کے لیے مقالہ بہ عنوان ”مراثی انیس میں ڈرامائی عناصر“ لکھ کر ۱۹۵۷ء میں ڈگری حاصل کی۔ یہ مقالہ ۱۹۵۹ء میں نسیم بک ڈپو لکھنؤ نے شایع کیا۔ ۱۹۵۷ء میں بی اے پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا اور صدر شعبہ اردو پروفیسر احتشام حسین کی نگرانی میں مقالہ بہ عنوان ”Theoretical Basis of Modern Urdu“ پر کام کیا جو سات سال کے طویل عرصے کے بعد ۱۹۶۴ء میں جمع کرایا گیا۔ شارب ردولوی نے دہلی یونیورسٹی کے دیال سنگھ کالج میں اردو کے استاد کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۰ء میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بہ حیثیت ریڈر ان کا تقرر ہوا اور ۲۰۰۰ء میں یہیں سے سکدوش ہوئے۔ شارب ردولوی کے ادبی سفر کا آغاز شعر گوئی سے ہوا تھا لیکن آہستہ آہستہ تنقید نگاری کی جانب توجہ بھر پور ہو گئی۔ آپ کی تصانیف میں مطالعہ ولی تنقید و انتخاب، جدید اردو تنقید اصول و نظریات، جگر فن اور شخصیت، افکارِ سودا، گل صدر نگ، مراثی انیس میں ڈرامائی عناصر اور نقاد اور تنقید شامل ہیں۔ آپ کو ادبی خدمات کے ذیل میں ”امتیاز میر ایوارڈ“، نشانِ سجاد ظہیر، نیاز فتح پوری ایوارڈ، جوش (پاکستان)، مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ، اردو ادب ایوارڈ لکھنؤ اور دیگر ایوارڈ دیے گئے۔ آپ کی نگرانی میں ۱۲۰ ایم فل اسکالرز جب کہ ۸ پی ایچ ڈی اسکالرز نے تحقیقی مقالے لکھے ہیں۔

- ۴۴ ”جانناں جاناں“، احمد فراز کا مجموعہ کلام جو نصرت پبلشر نے لکھنؤ سے شائع کیا۔
- ۴۵ اکرام اللہ کا ناول جس پر جنرل ضیاء الحق کے دور میں پابندی لگائی گئی تھی۔ عابد سہیل نے نصرت پبلشر لکھنؤ سے اسے شائع کیا تھا۔
- ۴۶ اطہر نبی ایڈووکیٹ شاعر و ادیب، معتدِ عمومی، ہندی اردو سہایتیہ ایوارڈ کمیٹی، لکھنؤ۔ جس کے زیرِ انصرام ”فیض احمد فیض عالمی سیمینار“، ۲۲ تا ۲۴ مارچ ۱۹۸۸ء منعقد ہوا۔ جس میں پڑھے جانے والے مقالے ”فیض احمد فیض: شخص اور شاعری“ کے عنوان سے اطہر نبی نے مرتب کر کے سیمانت پرکاش دہلی نے ۱۹۹۱ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ اطہر نبی کا مجموعہ کلام ”مڑگاں مڑگاں“ ۱۹۸۲ء اور ”گوپی چند نارنگ: بہشت پہلو نقاد“ ۲۰۱۶ء میں شائع ہو چکے ہیں۔
- ۴۷ اصل نام: آغا محمد صادق۔ ہندوپاک کے معروف افسانہ نگار، ناول نگار، نقاد اور محقق، کئی افسانوی مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ ولادت: ۶ جون ۱۹۳۳ء، وفات: ۲۶ فروری ۲۰۰۹ء، لاہور
- ۴۸ ”ہنوز شیشہ گراں“، ڈاکٹر کیسری کشور کا مجموعہ کلام، ۱۹۷۸ء
- ۴۹ احمد فراز، ولادت: ۱۹۳۱ء، وفات: ۲۰۰۸ء
- ۵۰ ابراہیم محمد ابراہیم ۳۱ ستمبر ۱۹۶۲ء کو قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بی۔ اے (اردو) الاذہرہ یونیورسٹی سے ۱۹۸۳ء میں کیا۔ ایم۔ اے کرنے کے لیے اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۹ء میں ڈگری حاصل کرنے کے بعد بی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے تحقیقی مقالہ بہ عنوان ”اردو اور عربی شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانوں کا تقابلی مطالعہ“ لکھ کر ۱۹۹۵ء میں ڈگری حاصل کی۔
- ۵۱ ڈاکٹر سلیم اختر۔ ولادت: ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء لاہور، وفات: ۳۰ ستمبر ۲۰۱۸ء لاہور
- ۵۲ ابوالا تیازع۔ س مسلم اپنے علمی و ادبی، تحقیقی و تنقیدی مضامین کی وجہ سے اردو کے بین الاقوامی حلقوں میں اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی تخلیقی کتاب ”اوس اور کر نیس“ ۱۹۶۲ء میں کراچی سے شائع ہوئی اور اب تک دودھ جن سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ آپ میں مقیم ہیں۔
- ۵۳ ایمن عبدالعلیم مصطفیٰ احمد، عین الشمس یونیورسٹی کے لیکچرر، پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے مقالہ لکھا جس کا اردو ترجمہ ”ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت ناقد“ ڈاکٹر عمرانہ شہزادی نے کیا اور جی سی یو فیصل آباد سے ۲۰۱۴ء میں شائع ہوا۔
- فہرست اسنادِ محمولہ:
- ۱۔ برنی، مظفر حسین، سید، مرتب: ۱۹۹۶ء، ”کلیاتِ مکتبِ اقبال“، اردو اکادمی، دہلی۔
 - ۲۔ تونسوی، طاہر، ڈاکٹر: ۱۹۸۴ء، ”ملتان میں اردو شاعری“، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔
 - ۳۔ خورشید ملک، مرتب: ۱۹۹۱ء، ”رام لعل کے نام خطوط“، نصرت پبلشرز، لکھنؤ۔
 - ۴۔ رام لعل، مرتب: ۱۹۹۰ء، ”حرفِ شیریں“، انجمن ترقیِ رادو (ہند)، دہلی۔
 - ۵۔ صدیقی، ظہیر علی: ۱۹۹۲ء، ”افسانے کے معمار“، رام پور۔

- ۶۔ عابد سہیل: ۲۰۱۰ء، ”حرفِ کائنات“، تخلیق پبلشرز، دہلی۔
- ۷۔ _____: ۲۰۰۴ء، ”کھلی کتاب“، لکھنؤ۔
- ۸۔ عرشہ حسین، ڈاکٹر: ۲۰۰۵ء، ”شاربِ ردِ ولوی: شخصیت اور تنقید نگاری“، حیدر آباد۔
- ۹۔ ماہلی شاہد، مرتب: ۲۰۱۱ء، ”پروفیسر مسعود، ادیب اور دانشور“، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی۔

رسائل و جرائد

- ۱۔ ”ایوانِ اردو“، دہلی، شمارہ ۴-۵، ۱۹۹۷ء
- ۲۔ ”فن و شخصیت“، بمبئی، شمارہ ۴۱-۴۰، ستمبر ۱۹۹۵ء تا مارچ ۱۹۹۶ء
- ۳۔ سہ ماہی ”ہم عصر“، ملتان، اپریل تا جون ۲۰۰۰ء

ویب سائٹس:

www.ur.wikipedia.org

www.rekhta.org

www.facebook.com/urduclassic
